رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۵

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ | نمبر ۴۵

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ ہر روز پچھلے پہر گھوڑے پر سیر کو تشریف لیجاتے ہیں۔

۱۵ تاریخ حضور ایک معزز غیر احمدی سے بہت دیر تک بعض دینی مسائل کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔ افسوس کہ ہمیں بالکل آخری وقت میں اس کا علم ہوا ورنہ گفتگو قلمبند کرکے احباب تک پہنچائی جاتی۔

سردی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مستطیع احباب، یہاں کے غربا اور مساکین کیلئے پرانے گرم کپڑے بھیجکر ثواب حاصل کریں سالانہ جلسہ کے التواء کے متعلق اعلان

جلسہ سالانہ کے متعلق نہایت ضروری اعلان

تمام احمدی احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ امسال سالانہ جلسہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں نہیں ہوگا۔ بلکہ اپریل ۱۹۱۹ء میں ڈیسٹرکٹ تعطیلات کے موقعہ پر ہوگا

جو احباب اس اعلان کو پڑھیں انھیں چاہیئے۔ کہ اپنے گرد و نواح میں جہاں جہاں اخبار "الفضل" نہیں پہنچتا۔ وہاں خود جاکر یا کسی اور آدمی کو بھیجکر وہاں کے احمدیوں کو اس سے بہت جلدی آگاہ کردیں یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی طرف سے ضروری حکم ہے۔

ضروری اطلاع

معلوم ہوا ہے کہ اخبار الفضل مورخہ ۲۳ نومبر میں اس امر کا اعلان ہو جانے کے بعد بھی کہ اس سال سالانہ جلسہ ایسٹر کی تعطیلات پر ملتوی کیا گیا ہے۔ اس قسم کے بعض خطوط کئی اصحاب کو پہنچے ہیں۔ جن میں یہ لکھا گیا ہے کہ تا حال جلسہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ یا یہ کہ دسمبر میں جلسہ ہوگا۔ اور الفضل میں جو اعلان ہوا ہے وہ غلط ہے۔

جن دوستوں کو کوئی ایسا خط پہنچا ہو۔ وہ بہت جلدی اصل خط حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں بھیجدیں سخت تاکید ہے۔ اور اگر خط محفوظ نہ رہا ہو تو خط لکھنے والے کے نام سے حضور کو اطلاع دیں۔ اور جن احباب کو وہ خط دکھایا یا سنایا گیا ہو۔ ان کی شہادت لکھدیں۔

اخبار احمدیہ

صداقت مسیح موعودؑ کا ایک تازہ نشان۔

دہلی میں ایک گرجا مسیح کے وقت مذہبی گفتگو اور اخبار بینی کے لئے مخصوص ہے۔ خاکسار بغرض تبلیغ وہاں جایا کرتا ہے۔ اول تو احمد مسیح پادری سے مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو رہی اس کے بعد مولوی ... احمد مدرس مدرسہ فتحپوری کو سلسلہ کلام شروع ہو گیا تین ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اخویم شیخ فرمان علی صاحب بی اے بھی اکثر شریک ہوتے رہے۔ اس عرصہ میں اطمینان عامہ کے لئے میں نے قسم کھائی کہ سلسلہ احمدیہ برحق ہے۔ اور اگر میں غلط کہتا ہوں تو خدا مجھ پر عذاب نازل کرے گا۔ اس کے بعد میں نے مولوی مذکور کو للکارا کہ اگر آپ کو اپنے طریق عمل پر کامل ایمان ہے تو حلفیہ شہادت پبلک کے سامنے پیش کیجئے۔ جس پر وہ سخت گھبرایا آخر کار میرے بار بار اسی بات کو پیش کرنے پر اس نے اس قدر قسم کھائی۔ کہ جو کچھ میں نے کہا وہ سچ کہا ہے۔ ایک آریہ بول اٹھا کہ دیکھیں اس کا اثر کیا ظاہر ہو۔ میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ جوان ہے۔ مولوی صاحب بوڑھے ہیں۔ اس سے اس کی نیت مذاق کرنے کے سوا کچھ نہ تھی۔ اس مرض وبائی میں میرا لڑکا سخت بیمار ہوا۔ مگر مجھے اطمینان رہا۔ دعائیں کرتا رہا۔ اور خدا کے فضل سے وہ اچھا ہو گیا۔ مگر مولوی مذکور اور اس کا لڑکا اس مرض میں ہلاک ہوئے۔ میں نے گرجے میں پبلک کی توجہ قسم کی طرف دلائی سنجیدہ لوگوں پر گہرا اثر ہوا۔

(محمد حسن آسان دہلوی)

میرپور علاقہ جموں میں تبلیغ۔

مولانا حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی پہاڑ کا سفر طے کرتے ہوئے ... دسمبر ۱۹۱۸ء کو میرپور پہنچے اس وقت تک متفرق مقامات پر متفرق اوقات میں چار تقریریں ہوئیں۔ جن میں وفات مسیح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے۔ سامعین نے نہایت اطمینان سے سنا۔ قریباً میرپور کے سب سنجیدہ لوگ موجود تھے۔ خاتمہ تقریر پر دو اشخاص نے سوال کئے جن کے حافظ صاحب نے نہایت مدلل و مسکت جوابات دیئے۔ ابھی حافظ صاحب میرپور ہی تبلیغ میں مصروف ہیں۔

مولوی فاضل و منشی فاضل کی تیاری کرنیوالوں کو اطلاع

جو احمدی بھائی درس نظامی کے مطابق صرف و نحو۔ منطق۔ فقہ کی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں۔ یا مولوی فاضل منشی فاضل کے امتحان کی تیاری میں مدد لینے کے خواستگار ہوں یا قرآن مجید با ترجمہ پڑھنے کا اشتیاق رکھتے ہوں وہ گولیکی ضلع گجرات میں جناب مولوی امام الدین صاحب احمدی سے اپنی آرزو پوری کر سکتے ہیں۔ خوراک کا بندوبست بھی بطرز قدیم ہو سکتا ہے۔ تفصیلی حالات بذریعہ خط و کتابت مولوی صاحب موصوف سے دریافت کریں۔

جشن فتح کانپور میں

جناب شیخ معین الدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ کانپور اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن احمدیہ کانپور کی طرف سے گورنمنٹ کی فتح عظیم پر مبارکباد کے لئے ایک نہایت خوبصورت اشتہار شائع کیا گیا اور تمام شہر میں جا بجا مناسب مقامات پر لگایا گیا۔ اور ایک ایک کاپی افسران بالا کی خدمت میں ارسال کی گئی۔

احمدی احباب ہوشیار رہیں۔

جناب محمد حسن صاحب صوفی احمدی آسٹریلیا سے لکھتے ہیں۔ کہ یہاں ایک شخص جس کا اصلی نام قلندر خاں اور مشہور علی خاں ہے۔ نے مجھے ایک معاملہ کے متعلق دو تین خط لکھے۔ جن کا جواب دیا گیا۔ اب وہ اپنے وطن ہزارہ واپس چلا گیا ہے۔ اس کے متعلق سنا گیا ہے کہ بڑا چالاک آدمی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ میرے خطوط سے ناجائز فائدہ اٹھائے۔ اور احمدی احباب کو اپنے احمدی ہونیکا یقین دلا کر کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہے۔ احباب خبردار رہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

حضرت مسیح موعودؑ کی دینی خدمات
اور
مولوی ثناء اللہ کا خیال واہیات

مولوی ثناء اللہ نے ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار اس سوال کو دہرایا ہے۔ کہ (حضرت) مرزا صاحبؑ نے کیا اسلامی خدمات کی ہیں؟ اگرچہ ہم اس کا ایک ہی نہایت کافی جواب دے چکے ہوئے ہیں اور وہ یہ کہ دوسرے انبیاء نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا۔ وہی حضرت مرزا صاحبؑ نے کیا لیکن مشہور ہے۔ کہ سوئے ہوئے کو جگانا آسان ہے۔ مگر جو جان بوجھ کر سویا ہو اس کو جگانا مشکل ہے۔

یہی بات مولوی ثناء اللہ صاحب پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ ایک ایسا شخص جو حضرت مرزا صاحبؑ کے حالات سے ناواقف اور بالکل اجنبی ہو اسکو تو بتایا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے کارنامے یہ ہیں۔ لیکن وہ شخص جس نے یہ سب کچھ دیکھا ہو اسے حضرت مرزا صاحبؑ کے ان کارناموں سے جو آپؑ نے اپنے علم کلام اور خوارق سے دنیا میں اسلام کی تائید میں دکھلائے ہیں واقف کرنا ہمارا کام نہیں۔ بلکہ خدا کا ہی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۱۔ اکتوبر کے پرچہ میں لکھا کہ

"عرصہ سے یہ سوال پبلک کے سامنے ہے کہ مرزا صاحبؑ آنجہانی نے باوجود دعوٰی مہدویت و مسیحیت اسلام کی خدمات کیا کیں۔ کاش ہمیں معلوم ہو سکے تو ہم بوجہ عدم ثبوت ان کو مہدی و مسیح نہ مانیں۔ تو حضرت امام غزالی اور رازی کی طرح ایک خادم اسلام تو مان لیں۔ ہم نے تو جہاں تک غور کیا آپؑ کی خدمات کو ایک عالمانہ حیثیت میں بھی نہیں پایا"

(اہلحدیث ۱۱۔ اکتوبر ۱۸ء)

قریباً اسی مضمون کو ۱۵۔ نومبر کے پرچہ میں دہرایا گیا ہے۔

ان الفاظ سے اس انتہائی تعصب اور بیجا عداوت کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو حضرت مرزا صاحب کی ذات والا صفات اور آپ کے سلسلہ سے ہے غیر متعصب اور سمجھدار لوگ تو باوجود حضرت مرزا صاحب سے اختلاف عقائد رکھنے کے نہایت صفائی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ نے اس زمانہ میں دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اسلام کی وہ خدمات کی ہیں اور اس کی صداقت میں ایسے ایسے زبردست دلائل پیش کئے ہیں کہ اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ان کے اعتراضات کے ایسے دندان شکن جواب دیئے ہیں۔ کہ وہ حیران رہ گئے ہیں۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں۔ کہ عداوت اور دشمنی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ "جہاں تک ہم نے غور کیا آپ (حضرت مرزا صاحب) کی خدمات کو ایک عالمانہ حیثیت میں بھی نہیں پایا" اس غور کے کیا ہی کہنے ہیں۔ جس کی رو سے حضرت مرزا صاحب کی خدمات ایک عالمانہ حیثیت بھی نہیں رکھتیں اس جگہ ہم حضرت مرزا صاحب کی خدمات کے متعلق غور کرنے اور انہیں ایک عالمانہ حیثیت بھی نہ دینے والے مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ مہربانی کرکے ذرا اپنی خدمات کی فہرست تو پیش کریں۔ اور انہیں "ایک عالمانہ حیثیت میں" ثابت کرکے دکھائیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کونسی خدمات ہیں جو حضرت مرزا صاحبؑ سے تو نہیں ہو سکیں۔ لیکن آپ نے سرانجام دی ہیں۔ اگر آپ نے اپنی خدمات کو پیش کیا۔ تو دنیا دیکھ لے گی کہ آپ حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمات پر غور کرنے کی کہاں تک اہلیت رکھتے ہیں۔ اور کس منہ سے ان کی خدمات کو "عالمانہ حیثیت" سے بھی کمتر بتاتے ہیں۔ لیکن ہمیں امید نہیں کہ آپ اپنی خدمات کو حضرت مرزا صاحب کی خدمات کے مقابلہ میں پیش کرنے کی جرأت کر سکیں۔ یوں باتیں بنا لینا آپ کے لئے آسان اور دھوکہ دہی اور غلط بیانی سے کام لینا آپ کے لئے سہل ہے لیکن اپنے دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا بالکل محال اور ناممکن ہے چنانچہ آپ کو یاد ہوگا کہ یکم نومبر ۱۸ء کے اہلحدیث میں جب آپ نے یہ لکھا تھا کہ

"ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ مخالفین کے مقابلہ میں دفتر اہلحدیث اور خاکسار ایڈیٹر اہلحدیث نے جو کام کیا ہے۔ مرزا صاحب نے باوجود ہزارہا۔ بلکہ لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا لینے کے ساری زندگی میں نہیں کیا کوئی ہے جو ہم سے اس کا ثبوت مانگنے کو میدان میں آئے۔ اور اپنا ثبوت ساتھ لائے۔"

تو ان الفاظ کو جہاں ہم نے واقعات سے باطل ثابت کیا تھا۔ وہاں یہ بھی لکھا تھا کہ چونکہ ہم حضرت مرزا صاحب کو خدا کا نبی سمجھتے ہیں۔

اس لئے آپ پہلے انبیاء کی کوئی ایسی خصوصیت بتائے جو آپ میں اور ان انبیاء میں فرق کرنے والی ہو۔ ہم وہی خصوصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ثابت کر دکھلائیں گے ایسی صورت میں آپ کے لئے کوئی حیلہ بازی کا موقعہ نہ رہیگا۔ کیونکہ جب آپ خود ایک ایسا معیار قائم کریں گے جس کے مطابق انبیاء کو آپ پر فضیلت ثابت ہوگی۔ اور اسی معیار کے مطابق ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت ثابت کر دیں گے۔ تو آپ کو مجبوراً اول تو ماننا ورنہ کم از کم خاموش رہنا پڑیگا۔ کیا آپ میں جرأت ہے۔ کہ اس نہایت آسان اور عمدہ طریق پر فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ گھر بیٹھے کے بڑیں مارنا آسان اور نہایت آسان ہے لیکن مقابلہ میں آنا بہت مشکل کام ہے۔ اور کسی میں طاقت نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ پر اپنے آپ کو پیش کر سکے۔

دیکھو الفضل ۹ ستمبر ۱۹۱۶ء

اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ لکھا وہ آپ کو یاد ہی ہوگا۔ کرنے کو تو آپ نے اتنا بڑا دعوےٰ کر دیا۔ اور نہ صرف دعویٰ ہی کیا۔ بلکہ اس کا ثبوت پیش کرنے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن جب ہماری طرف سے ایک معیار پیش کیا گیا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے بلایا گیا تو آپ ایسے خاموش ہوئے کہ گویا مر گئے۔ اور جواب میں ایک لفظ تک نہ لکھ سکے۔ اس تجربہ کے ہوتے ہوئے امید نہیں کی جاسکتی کہ اب آپ اپنی خدمات کو حضرت [illegible] صاحب کے مقابلہ میں پیش کرنے کے لئے تیار ہو سکیں گے اور تیار ہو ہی کس طرح سکتے ہیں۔ جبکہ اپنی خدمات کی حقیقت سے آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ بالمقابل اس کے حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کیا اسے دنیا جانتی ہے۔

اور اس کا نہایت ہی خفیف سا خاکہ یہ ہے۔ کہ آپ نے اسلام کی اشاعت اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید میں نوے کے قریب نہایت زبردست کتابیں لکھیں۔ اور دنیا میں شائع کیں۔ اسلام کی صداقت اور دیگر مذاہب پر اتمام حجت کے لئے آپ نے اردو انگریزی۔ فارسی عربی۔ اور دیگر زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں اشتہار شائع کر کے تمام ممالک میں تقسیم کرائے۔ مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے جن میں اسلام کو زندہ اور کامل مذہب ثابت کر کے انہیں دعوت اسلام دی۔ مخالفین اسلام سے بڑے زبردست مناظرے اور مباحثے کئے۔ صداقت اسلام پر بڑے بڑے معرکۃ الآراء لیکچر دیتے۔ غرض اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے حضرت مرزا صاحب نے ان تمام وسائل اور ذرائع سے کام لیا جو تصور میں آسکتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے ایک کتاب براہین احمدیہ لکھی جس میں دس ہزار روپیہ انعام ایسے شخص کے لئے رکھا جو صداقت اسلام کے ان دلائل کو جو اس میں بیان کئے گئے غلط ثابت کر دے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ یہ کتاب اس قدر زبردست اور مدلل تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایسے شخص نے بھی اس کے متعلق لکھا کہ "یہ ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔" اسی طرح آپ کی دیگر تصانیف نے نہایت قبولیت کا درجہ حاصل کیا۔ اور سمجھدار لوگوں نے آپ کو غیر مذاہب کے مقابلہ میں "فتح نصیب جرنیل" کا خطاب دیا۔ چنانچہ ذیل میں ہم اخبار وکیل کے ایک مضمون کا اقتباس درج کرتے ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کی وفات پر اس کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے قلم سے لکھ کر شائع کیا۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ وہ عرصہ سے یہ سوال پبلک کے سامنے ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی نے باوجود دعوے مہدویت و مسیحیت اسلام کی خدمات کیا کیں" کیونکہ مدت ہوئی اس سوال کا فیصلہ ہو چکا۔ اور اسی پبلک کے اخبار نے جس کی وکالت کے مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی ہیں باوجود حضرت مرزا صاحب کا مخالف ہونے کے یہ لکھ دیا ہے۔ کہ

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت اس قابل نہیں۔ کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے

میرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا۔ جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے۔

میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے..... اس مدافعت نے:

صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے۔ جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھیگی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہیگا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ ان کے آریہ سماج کے مقابل کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے۔ ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔

فطری ذہانت مشق و مہارت۔ اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک خاص شان پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی

تھی۔ اور وہ اپنے ان معلومات کو نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے۔ اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں۔ کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے۔ کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

حضرت مرزا صاحب کی خدمات کے متعلق اس قسم کی زبردست شہادتوں کے ہوتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب کا آپ کی خدمات سے انکار کرنا اور انھیں معاندانہ حیثیت سے بھی کم بتانا سچ کو جھوٹ اور دن کو رات کہنا نہیں تو اور کیا ہے۔ کاش وہ حضرت مرزا صاحب کے خلاف قلم اٹھاتے ہوئے دیانت اور امانت کو بالکل خیر باد نہ کہہ دیا کریں اور عوام الناس کو دھوکہ دینا اپنا شعار نہ بنا لیا کریں۔

اسکے بعد چونکہ ہمیں انشاء اللہ بتانا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ان جیسی بیش بہا خدمات اسلام کر جن کا زمانہ معترف ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بغض عناد اور بے جا بغض کی وجہ سے استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ورنہ اگر حضرت مرزا صاحب کی خدمات موجودہ حالت سے کئی درجہ کم بھی ہوتیں۔ تو بھی آپ کے صادق اور خدا تعالیٰ کے نبی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہی مولوی صاحب کو آپ پر اعتراض کرنیکا کوئی حق حاصل تھا کیونکہ پہلے انبیاء کی خدمات کے متعلق عموماً اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمات کے متعلق کہ جن کے حضرت مرزا صاحب مثیل ہیں خصوصاً جو ان کا خیال ہے اس کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کی خدمات پر اعتراض کرنا سخت لغو بات ہے۔

ہنگامہ کٹارپور کی تحقیقات

بقرعید کے موقعہ پر کٹارپور کے ہندوؤں نے بیچارے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کئے تھے ان کی تحقیقات "قانون تحفظ ہند" کے ماتحت ایک خاص کمیشن کے جس میں تین کمشنر ہیں سپرد ہوئی ہے۔ جنہوں نے ۹۔ دسمبر سے ایک خاص کمرہ میں جو اسی غرض کے لئے ڈسٹرکٹ جیل سہارنپور میں بنایا گیا ہے کام شروع کر دیا ہے۔ اثبات جرم کی طرف سے مسٹر دانش اور مولوی شہاب الدین صاحب وکیل سرکار اور ملزمین کی طرف سے مسٹر نارٹن پنڈت مدنموہن لال۔ مسٹر روشن لال۔ مسٹر جے۔ ایم چٹرجی۔ مسٹر ایس۔ این چکرورتی۔ پنڈت رادھا کشن لال مسٹر سپائرس۔ مسٹر چندر امکرجی۔ مسٹر درگا پرشاد اور مسٹر جوتی پرشاد وکیل تھے۔ عدالت کے اجلاس شروع کرنے پر اول مسٹر دانش نے اپنی تقریر میں ہنگامہ کے حالات بیان کرتے ہوئے کٹارپور کے جلائے جانے اور مسلمانوں کے آگ میں ڈالے جانے کا حوالہ دیا۔ ان کی تقریر کے بعد وکلاء کے درمیان شہادتوں کے متعلق ضابطہ کارروائی پر طویل بحث ہوئی۔ اور عدالت نے ۲۰۔ دسمبر تک شہادتیں لیں۔ اور بعد ازاں کرسمس کے لئے اجلاس ملتوی کرینگا

بقیہ صفحہ ۶

ایک احمدی ہیڈ ماسٹر پر غلط الزامات

قابل توجہ افسران بالا

معلوم نہیں بعض لوگ کیوں جھوٹ موٹ کی باتیں مشہور کرکے اپنے نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی یہ بات فراموش نہیں ہوئی کہ ٹانڈی سکول ہوشیارپور کے ہیڈ ماسٹر لالہ دیوی چند صاحب ایم۔ اے نے اخبار آریہ گزٹ میں محض غلط طور پر یہ بات لکھدی تھی کہ قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں درثمین پڑھائی جاتی ہے۔ ہماری طرف سے جب اس جھوٹ کی تردید کی گئی اور چیلنج دیا گیا کہ ثابت کرو کہ کبھی مدرسہ میں درثمین پڑھائی گئی ہے۔ تو آریہ گزٹ اور اس کے نامہ نگار لالہ جی دونوں کے دونوں بالکل چپ سادھ گئے آخر اس غلط بیانی کی حقیقت یہ کھلی کہ چونکہ لالہ دیوی چند صاحب ضلع گورداسپور کے باشندے ہیں اور ان کو ہوشیارپور میں رہنا شاق ہے اس لئے اس غلط بیانی کا موجب ہوئے جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ آریہ کمیٹی کو قادیان میں ایک مدرسہ کھولنے کے لئے آمادہ کریں اور جب مدرسہ کھل جائے۔ تو خود اس کے ہیڈ ماسٹر بنکر اپنے گھر کے قریب رہنے کے قابل ہو جائیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ کیسی ادنیٰ غرض کے لئے انہوں نے اتنا بڑا طوفان کھڑا کیا۔ اور محض جھوٹ اور غلط بیانی پر اس کی بنیاد رکھی۔ جس سے آریہ اخبارات کو سخت نادم اور شرمندہ ہونا پڑا۔ یہ ایک تلخ تجربہ تھا جو آریہ اخبارات کو اپنے ایک تعلیم یافتہ اور گریجوایٹ نامہ نگار کی دیانتداری اور راستبازی کے متعلق حاصل ہوا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قسم کھائی ہے۔ کہ احمدیہ جماعت اور احمدیوں کے خلاف خواہ کیسا ہی غلط بیان ان کے پاس پہنچے اسے وہ جھٹ نمک مرچ لگاکر اور حاشئے چڑھاکر پیش کرنا شروع کر دیں گے چنانچہ ۱۷۔ نومبر کے اخبار پرکاش میں ایسا ہی کیا گیا ہے جس کی تقلید میں دوسرے آریہ اخبارات نے بھی ملود ضلع لدھیانہ کے مڈل سکول کے احمدی ہیڈ ماسٹر پر بعض کمینہ اغراض کی خاطر یہ بالکل غلط اور جھوٹے الزامات لگائے ہیں کہ وہ سکول میں لڑکوں کو درثمین پڑھاتے ہیں۔ اور طلباء کو "نمستے" کہنے سے روکتے اور السلام علیکم کہنے کی "تلقین" کرتے ہیں۔ دراصل ان جھوٹے اور بے سروپا الزامات سے ایک ایسے ہیڈ ماسٹر کو جو احمدی ہے بدنام کرنا اور نقصان پہنچانا مقصود ہے۔ لیکن ہر ایک سمجھدار اور عقلمند انسان خیال کر سکتا ہے۔ کہ ایسے ایام میں جبکہ "درثمین" کے خلاف آریوں نے شور و شر مچایا ہوا ہے۔ ایک احمدی ہیڈ ماسٹر درثمین کو سرکاری مدرسہ میں پڑھاکر اپنے سٹاف کو جس میں آریہ عنصر بھی شامل ہے اپنے خلاف اعتراض کرنے کا ہرگز موقعہ نہیں دے سکتا۔ ایڈیٹر صاحب پرکاش کو یہ اعتراض شائع کرتے وقت اتنا تو سوچنا چاہئے تھا کہ جب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان جو کہ ہمارا مدرسہ ہے۔ اور ہمارے مرکز میں قائم ہے۔ اور جس میں تمام کے تمام استاد احمدی ہیں۔ اور اکثر و بیشتر طلباء بھی احمدی ہیں اس میں درثمین کے پڑھانے کی ہدایت نہیں ہے (اگرچہ وہ نہایت پاک اور پر از معرفت کتاب ہے) تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی احمدی معلم خواہ وہ ہیڈ ماسٹر ہی کیوں نہ ہو کسی ایسے مدرسہ میں جو احمدیوں کا مدرسہ نہیں بلکہ سرکاری ہے۔ اور جس کے سٹاف میں آریہ صاحبان داخل ہیں درثمین پڑھاکر خواہ مخواہ اپنے خلاف فتنہ کھڑا کرے۔

پس یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ کہ ملود کے سرکاری مدرسہ کے احمدی ہیڈ ماسٹر صاحب وہاں درثمین پڑھاتے ہیں۔ لیکن چونکہ درثمین کا وجود آجکل آریہ اخبارات کی نظروں میں بوجہ ان زبردست دلائل اور براہین کے جو ان کے مذہب کے خلاف اس میں درج ہیں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اس لئے ملود کے احمدی ہیڈ ماسٹر کے خلاف شورش پھیلانے اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے اسی کی آڑ لی گئی ہے۔ ورنہ دراصل اس شورش کی تہ میں کچھ اور باتیں ہیں۔ چنانچہ تحقیقات کرنے پر جو بناء فساد معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سکول کے بورڈنگ ہوس میں ایک شخص ہزاری سنگھ کی جسکا نام نمبر دس کے رجسٹر میں درج ہے آمد و رفت تھی۔ جو لڑکوں کے عادات و اطوار کو خراب کرتا تھا۔ جس وقت منشی محمد علی صاحب کو ملود کے سکول میں لگایا گیا۔ اور انہوں نے بورڈنگ ہوس کا چارج لیا۔ تو ان کو اس وقت کے ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف سے ہدایت کی گئی کہ اس شخص کے شر و شرارت سے طلباء کو محفوظ رکھنے کی پوری پوری کوشش کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے حسن انتظام سے ایسی تدابیر کیں کہ جن کی وجہ سے اس کا آنا جانا بورڈنگ میں بند ہو گیا۔ لیکن جیساکہ قدرتی طور پر اس بندش کا نتیجہ نکلنا چاہئے تھا نکلا کہ وہ منشی صاحب موصوف کا دشمن ہو گیا۔ اور اپنے ہم مشرب لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرکے نقصان پہنچانے کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ گذشتہ سال کے ماہ جولائی میں اس نے ایک شکایتی چٹھی لکھ کر اور اسپر کئی ایک لوگوں کے دستخط کرا کے محکمہ تعلیم کے حکام بالا کے پاس بھیجی۔ اور اس کے بعد پے در پے اسی قسم کی کئی چٹھیاں بھیجی گئیں۔ جن کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب ۱۲ ستمبر ۱۹۱۸ء کو

اور تحقیقات کرنے پر منشی صاحب موصوف کو بالکل بے قصور اور ان کے خلاف عرضیوں کو عداوت اور دشمنی پر مبنی پایا۔ چونکہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کی تحقیقات میں ہزارا سنگھ مذکور کے ساتھ مل کر سکول کے سٹاف میں سے بھی بعض نے بیجا مخالفت میں حصہ لیا تھا۔ اس لئے انھیں تبدیل کر دیا گیا انھیں تبدیلیوں کے ایام میں جب پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب فوت ہو گئے۔ تو افسران محکمہ تعلیم نے منشی صاحب موصوف کو ہیڈ ماسٹری کے عہدہ کے قابل سمجھ کر ترقی دے دی۔ یہ ترقی اس بات کا مزید ثبوت تھی۔ کہ ان کے متعلق جو الزامات لگائے گئے تھے۔ وہ تحقیقات سے بالکل غلط اور جھوٹے ثابت ہوئے۔ کیونکہ اگر افسران محکمہ تعلیم کو ان الزامات کے سچے ہونے کا ذرا بھی خیال ہوتا۔ تو وہ کبھی ایک بڑی ذمہ داری کے عہدہ پر ان کا تقرر نہ کرتے۔ لیکن جب ان کی طرف سے یہ تقرر کیا گیا۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ہر طرح منشی صاحب موصوف پر خوش اور ان کی قابلیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ تقرر جو کہ منشی محمد علی صاحب کے لئے اپنے آفیسروں کی خوشنودی کا نہایت اعلیٰ درجہ کا سرٹیفکیٹ تھا۔ ان کے دشمنوں کو نہایت شاق گذرا کیونکہ وہ لوگ ایک طرف تو انھیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے۔ اور آفیسروں کی نظروں سے گرانے میں ناکام ہوئے۔ اور دوسری طرف ان کے عہدہ میں ترقی ہو گئی۔ اس پر ہزارا سنگھ پہلے سے بھی اپنے ساتھیوں سمیت زیادہ زور کے ساتھ نقصان پہنچانے کی دھن میں لگ گیا اور اپریل ۱۹۱۰ء سے ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کے سٹاف کے خلاف متواتر دو تین فوجداری مقدمات دائر کر دیئے جو اس قدر جھوٹے اور خلاف واقعہ تھے کہ ہر دفعہ مستغیث کے بیانات پر ہی داخل دفتر ہوتے رہے یہ مقدمات سردار بہادر سردار دل سنگھ صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ملود کی عدالت میں پیش ہوئے اور سردار صاحب ممدوح کے سامنے مستغیث

نے اقرار کیا۔ کہ مجھے ہیڈ ماسٹر صاحب کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہے۔ نیز جولائی ۱۹۱۱ء میں اس نے جھوٹی عرضی لکھی تھی۔ اس کے جھوٹا ہونے کا بھی اس نے زبانی اقرار کیا۔ اس پر تمام عرضیاں مستغیث کے بیان پر ہی داخل دفتر ہو گئیں۔ اور معاملہ رفت گذشت ہوا۔ لیکن اگست ۱۹۱۱ء میں اسی ہزارا سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے ورتھین اور ستیارتھ پرکاش کے متعلق جو آریہ اور احمدی اخبارات میں تحریریں نکل رہی تھیں ان کو آڑ بنا کر سکول کے سٹاف کے آریہ مدرسوں کو ہیڈ ماسٹر صاحب کے خلاف جن کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ احمدی تھے کھڑا کر دیا اور آریہ مدرسین نے جنپر اخلاقاً و قانوناً ہر طرح سے ہیڈ ماسٹر صاحب کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا اور انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھنا فرض تھا وہ علانیہ دوسروں کے اکسانے سے مخالفت پر اتر آئے۔ اور اپنی طرف سے ضبط مدرسہ میں خلل اندازی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہتک کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مثلاً انھوں نے سکول کے ہندو مسلمان سب طلباء کو نمستے کہنے پر مجبور کیا۔ جس کے متعلق ہیڈ ماسٹر صاحب انھیں زبانی سمجھاتے رہے۔ کہ پبلک سکول میں مذہبی امور کا رائج کرنا منع ہے۔ مگر انھوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اور اس سے باز نہ آئے۔ اسی طرح اور کئی قسم کے جھگڑے کھڑے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے آریہ اخبارات میں ہیڈ ماسٹر صاحب کے خلاف غلط الزامات شائع کرنے شروع کر دیئے۔ جب نافرمانی یہاں کی یہ حالت ہو گئی۔ اور سکول کے ڈسپلن میں فرق آنے کا خدشہ پیدا ہوا۔ تو افسران تعلیم نے انھیں اس سکول سے تبدیل کر دیا۔ اس طرح اگرچہ ہیڈ ماسٹر صاحب موصوف ان کی مخالفانہ کاروائیوں سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ اور اس کے لئے ہم افسران محکمہ تعلیم کے نہایت شکر گذار ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آریہ مدرسین نے رجسٹر حاضری میں جو انھیں میں سے ایک کے چارج میں تھا اپنے جانے سے پہلے

ہیڈ ماسٹر صاحب کو نقصان پہنچانے کے لئے کچھ تراش خراش کر گئے ہیں۔ جس کی نسبت ہم افسران تعلیم کی خدمت میں جو کہ نئے تبدیل ہو کر اس ضلع میں آئے ہیں۔ گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ کی تفتیش کرتے وقت ان حالات اور واقعات کو ضرور مد نظر رکھیں۔ جن میں آج تک ہیڈ ماسٹر صاحب موصوف گھرے رہے ہیں۔ اور ہر بار عزت کے ساتھ بری ہوتے اور بے قصور ثابت ہوتے رہے ہیں۔ نیز ہم ضلع لدھیانہ کے نہایت بیدار مغز حاکم اعلیٰ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی توجہ بھی اس معاملہ کی طرف خاص طور پر مبذول کرانا چاہتے ہیں اور ان کے عدل و انصاف سے امید رکھتے ہیں کہ ہیڈ ماسٹر صاحب پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے پائیگی اور اصل مجرم کیفر کردار کو پہنچائے جائیں گے۔

جشن فتح سونگڑہ کٹک میں

ہماری جماعت کے دل میں سرکار برطانیہ کے لئے جو عقیدت ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ احمدیان سونگڑہ کٹک جو کہ ایک لمبے عرصہ سے مصائب و شدائد میں گرفتار ہیں اور جنپر موت اور زندگی دونوں کو غیر احمدیوں نے اپنے مظالم سے تنگ کر رکھا ہے۔ باوجود ان مشکلات اور ابتلاؤں میں گھرے ہونے کے سرکار کی خوشی میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں کٹک سے آئی ہوئی ایک مراسلت درج کی جاتی ہے جس سے واضح ہوگا کہ احمدی اپنی تکالیف میں بھی گورنمنٹ کی خوشی میں شامل ہو کر خوشی کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں مراسلت یہ ہے:۔

"چونکہ ان دنوں جماعت سونگڑہ کٹک غیر احمدیوں کے ظلم کی وجہ سے مجبوراً مقدمات میں مصروف ہے لہذا نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ سونگڑہ میں تہنیت فتح کا جشن ۲۰ نومبر کو کماحقہ نہیں ہو سکا۔ لیکن بہرحال تاریخ مقررہ کے روز یہاں کے احمدی احباب جمع ہوئے۔ اور چندہ جمع کر کے غرباء و مساکین میں مٹھائی تقسیم کی۔ اور اسی روز جناب کلکٹر و مجسٹریٹ صاحب

غیر مبائعین کی خوش کلامی

تمہید دنیا کیا ہے۔ ایک سٹیج جس پر آکر مختلف طبائع کے لوگ اپنے اپنے ہنر دکھاتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں۔ ایسے مقامات میں جو بغرض تماشہ دیکھنے کے آتے ہیں۔ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر وہاں کی باتوں کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ اور اگر ہوتا ہے۔ تو نہ ہونے کے برابر۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر فوری اثر ہوتا ہے بعد کو کچھ نہیں۔ اور ایک گروہ وہ ہوتا ہے جس پر اثر ہوتا ہے۔ اور دیرپا۔ اور درحاصل ایسے ہی لوگ کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس طرح جب دنیا کے لئے کوئی مصلح یا نبی بھیجا جاتا ہے تو کچھ لوگ اس کی باتوں کو سنتے ہی نہیں۔ کچھ ایک کان سے سنکر دوسرے سے اڑا دیتے ہیں۔ اور کچھ سنتے ہیں۔ مانتے ہیں۔ مگر پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر اپنی پہلی جگہ آجاتے ہیں۔ لیکن ایک گروہ ان راہوں کو چھوڑ مستقیم جادہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اور وہی فلاح دارین حاصل کرتا ہے۔ یہ اصول ہر نبی کے وقت کام کرتا ہے چاہے وہ ہندوستان میں ہوا ہو۔ یا عربستان میں۔ ایران میں اس نے نزول کیا ہو یا ترکستان میں۔

آج کل بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ہم میں سے چند نفوس نکلکر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا بیٹھے ہیں۔ اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹک رہے پھر رہے ہیں۔ انسان کو اپنی برائی نظر نہیں آتی۔ مگر دوسرے کی ذراسی کمی بھی بہت معلوم ہوتی ہے حضرت مسیح نے اسی لئے انجیل میں فرمایا ہے کہ پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر کو نکال لو تب دوسرے کی آنکھ کے تنکے کو نکالنے کے لئے کہو۔ انسان کمزور ہے۔ اس میں بشریت کے تقاضے کی وجہ سے کمیاں ہوتی ہیں۔ مگر جہاں زیادہ اچھے اور بہت زیادہ اچھے ہوں وہی ٹھیک راستے پر چلنے والے کہے جاتے ہیں۔

پیغامی اور اُن کے اخلاق

اس تمہید کے بعد اب اصل مطلب کی طرف عود کرکے عرض کرتا ہوں کہ ہمارے لاہوری حضرات اس بات کی عام طور پر شکایت کرتے ہیں کہ مبائعین ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور سخت سست الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اس کے متعلق دیکھنا یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا کہاں تک سچ ہے۔ بات دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار اور ایک یہ کہ کوئی بات کسی میں نہ ہو۔ مگر اس کی طرف منسوب کیجائے اگر اس بات کو مدنظر رکھا جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ پیغامیوں کا یہ بیان کہاں تک سچ اور راست ہے۔ پیغام کا ایڈیٹر کہتا ہے۔ کہ الفضل میں گالیاں ہوتی ہیں۔ میں کہتا ہوں پہلے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو۔ کہ آیا تم لوگ گالیاں دیتے ہو یا بیچارہ الفضل۔ کیا شیش محل کے رہنے والوں کو زیبا ہے۔ کہ راہ چلنے والوں پر پتھر چلائیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ جیسا ترکی بترکی جواب ہونا چاہئے وہ الفضل نہیں دیتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغامیوں کو بزرگان سلسلہ کے منہ آنے کی جرأت ہوتی ہے۔ پیغام میرے یہاں آتا ہے میں اس کو پڑھتا ہوں۔ اور اس میں غیر مبائعین کے اخلاق کا نمونہ بھی خوب پاتا ہوں۔

۵۔ اکتوبر کا پیغام

۵۔ اکتوبر کے افتتاحیہ میں مدیر پیغام لکھتا ہے کہ مبائعین کے اخلاق گرے ہوئے ہیں۔ اور قابل توجہ ہیں۔ افتتاحیہ کا عنوان ہے:- "حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی (بنام میاں صاحب) کا جواب" اور اس کے نیچے ہے "مریدین میاں صاحب کے اخلاق کا نمونہ" میں نے اس مضمون کو تو شروع سے آخر تک پڑھا۔ تاکہ معلوم ہو کہ کونسی بات ہے۔ جسکو ہمارا بھولا بھالا ایڈیٹر "اخلاق کا نمونہ" کہکر لوگوں کو متوجہ کر رہا ہے۔ اسکو پڑھ کر مناسب معلوم ہوا کہ پہلے اس افتتاحیہ پر ایک نظر ڈالی جائے اور بعد کو چند باتیں بطور مشتے نمونہ از خروارے پیغامیوں کے اخلاق کی پیش کی جا دیں۔

مولوی محمد علی صاحب کا خط

مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے نام ایک خط روانہ کیا۔ جس کا جواب شائع ہونے سے پہلے دو چار دوستوں نے اس کا جواب اپنے رنگ میں لکھ کر روانہ کیا۔ ان کے اقتباس لکھ کر مدیر پیغام دکھانا چاہتا ہے۔ کہ ان کے اخلاق کیسے بگڑ چکے ہوئے ہیں۔ آؤ ذرا اقتباسات پر غور کریں۔ تا معلوم ہو جائے۔ کہ در اصل بات کیا ہے۔ برادرم صالح محمد صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "اتنا طول طویل خط لکھنے سے کوئی اہم مدعا حاصل کرنا ہے۔ اور خاص طور پر مبائعین میں بدظنی پھیلانا ہے...... اگر خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر سچے دل سے محض حق رسانی کی غرض سے لکھا جاتا۔ تو شاید کچھ نتیجہ خیز ہوتا۔ احمدیہ جماعت ایسے خطوط کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتی" اسکو نقل کرنے کے بعد ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "ان خطوط کو پڑھ کر لکھنے والوں کے اخلاق کا نوحہ کیا جائے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا" معلوم نہیں۔ اس میں کونسی بات تھی جس نے ایڈیٹر صاحب کو نوحہ کرنے پر آمادہ کیا۔ شاید یہ وجہ ہو کہ انسان اپنی سوسائٹی سے پہچانا جاتا ہے۔ دوستوں کا اثر بھی پڑتا ہے۔ چونکہ پیغام ایڈیٹر پیام کو رہنا ہی ایسے حضرت کے ساتھ پڑتا ہے۔ جن میں ممکن نہیں کہ پرانی رگ شیعیت کبھی نہ کبھی جوش نہ کرتی ہو۔ اب اصل عبارت کو لیجئے مجھے تو ایک حرف یا ایک نقطہ بھی ایسا نہیں ملتا جو گالی کے طور استعمال ہوتا ہو۔ کیا مولوی محمد علی صاحب کا منشا اس خط سے کوئی مدعا حاصل کرنا نہ تھا۔ اور کیا وہ اس کو پرائیوٹ طور پر حضرت میاں صاحب کے پاس نہ روانہ کر سکتے

تھے۔ جو انھوں نے پیغام میں شائع کرایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ منشاء وہی تھا۔ جو اوپر لکھا گیا۔ ایک نمونہ اخلاق کا تو آپ نے دیکھ لیا اور ضروری ہے کہ پہلے آپ اس خوش فہمی کی مار دے لیں۔ تو میں دوسری طرف توجہ کروں اور صرف داد ہی نہیں بلکہ کچھ اور بھی اگر ضرورت سمجھیں تو دیدیں۔ دوسرا خط برادرم عبدالحمید صاحب کا ہے اس کا اقتباس یہ ہے:۔

"... آپ یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ۔ یہ پیغام کے الفاظ ہیں۔ کا یہ کہنا کہ میاں صاحب کے مریدین ان کی ناپسندیدگی کے خیال سے ہماری تحریریں نہیں پڑھتے) سراسر جھوٹ ہے۔ آپ جیسے گریجوایٹ کو لکھنے سے شرم کرنی چاہیئے تھی ...... آپ ایک ایسی نظیر نہیں پیش کر سکتے ..... آپ کی تحریریں پڑھنے کے لئے پڑھنے والے کو اپنے دل پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ان میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضور کے خاندان کو سوائے گالیاں سنانے کے اور کچھ نہیں لکھا ہوا ہوتا۔"

...... وغیرہ وغیرہ

اب دیکھنا چاہیئے کہ اس میں کونسی بات غلط ہے۔ جس کے واسطے بد اخلاق کہا گیا۔ کیا یہ سفید جھوٹ نہیں۔ کہ ہم لوگ آپ کی تحریریں نہیں پڑھتے۔ کیا آپ کا یہ منشاء نہیں کہ چونکہ آپ کی باتوں کا ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ مسیح موعودؑ کے راستے سے دور لے جانے والی ہوتی ہیں۔ اس لئے آپ اپنی اوندھی سمجھ کی وجہ سے خیال کرنے لگے کہ یہ لوگ تحریرات پڑھتے ہی نہیں۔ پھر کیا ایسا حکم تم سب مل کر دکھلا سکتے ہو۔ جس میں جماعت کو منع کیا گیا ہو۔ اگر تم نہ دکھلا سکو۔ اور ہرگز نہ دکھلا سکو گے تو فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ میں پیغام کو پڑھتا ہوں۔ النبوۃ فی الاسلام کو پڑھا ہے۔ اکثر رسالے اور پمفلٹ پڑھے ہیں۔ پھر اگر مجھے کوئی ایسا حکم دیا جاتا تو بھلا میں یہ نہ خیال کرتا کہ اس کے معنے ہیں کہ ان کی طرف سچائی ہے اور کیا ایک گروہ کثیر ایسی بات سے بدظن نہ ہو جاتا۔ غور کرو۔ اور اپنی حالت پر افسوس۔

اس کے آگے برادرم موصوف کے یہ الفاظ لکھے ہیں "آپ اپنی حالت کا اندازہ کریں کیا آپ ویسے پہلوان ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بنانا چاہتے تھے کیا حضرت مسیح موعود کا طرز عمل یہی تھا کہ وہ غیر احمدی مولویوں کے جلسوں میں جا جا کر انھیں کے ماتحت لیکچر دیتے اور اپنی تقریرات کا سامعین پر اثر ڈال کر روپیہ بٹورنے کی کوشش کرتے جیسا کہ آپ نے آجکل طریقہ اختیار کیا ہوا ہے"

اے ناواقف ایڈیٹر پیغام! خدا کا خوف کر اور بتلا اس میں کیا بات ہے۔ جس پر تو غصہ کرتا ہے۔ کیا کہیں یہ تو نہیں کہ تو نے اپنی غلطی محسوس کی اور بات کو سچ سمجھ کر اپنی حالت پر رونا ہے۔ کاش کہ ایسا ہی ہوتا تو اس سے بہتر کیا تھا۔ مگر افسوس تیرا تو خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ تو سچ کو دیکھ کر اس سے دور بھاگتا ہے اور اسکو دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔ اور رونے لگتا ہے۔ کیا تو اور تیرے ساتھی غیر احمدیوں کے ساتھ ان کی ماتحتی میں لیکچر نہیں دیتے۔ کیا ان کے سامنے تمام لاہوری دست سوال دراز نہیں کرتے۔ کیا مسیح موعود کے صریح حکم کے خلاف نہیں کرتے۔ کیا قرآن کریم کے ترجمے کے لئے غیروں سے روپیہ نہیں لیا گیا۔ مگر شاید کوئی دل جلا تم میں سے کہدے کہ ہم نے صرف اس لئے لیا کہ ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اچھا ایسے اہل کرم تمھیں مبارک رہیں۔ شاباش
این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند.....

یہ چند اقتباسات میرے خیال میں کافی ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کہاں تک ایڈیٹر پیغام اپنے بیان میں سچا ہے۔ ایک اقتباس جو برادرم عبدالحمید صاحب اور مرزا اکبیرالدین صاحب لکھنوی کا میں نے بخوف طوالت نظر انداز کر دیا ہے۔ اس میں بھی دراصل اصل واقعات کا بیان ہے۔ نہ گالی گلوچ اور نہ کسی قسم سے یہ منشاء ہے کہ ان کو تکلیف پہنچائی جائے۔ یہ اقتباسات ہیں کہ ایڈیٹر نے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

ان الفاظ اور اخلاق کے مقابلہ میں

جو ہمارے یہاں بتائے جاتے ہیں آئیے ذرا اسی کسوٹی پر معترضین کو پرکھیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کا خود کیا حال ہے۔ اور کھرے کھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے۔ غیر مبائعین کے ایک ممتاز ممبر جن کا نام تو اچھا ہے۔ لیکن ان کی تحریرات ان کے نام کے مقابلہ میں بہت دہشتناک ہوتی ہیں اور جن سے ہرگز یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نام کی کچھ بھی صفات اس شخص کے اندر ہیں اپنے ایک مضمون مورخہ یکم ستمبر میں بعنوان "ایک انعامی چیلنج کا جواب باصواب" اور میاں صاحب کے نزدیک نبوت وہبی ہے یا کسبی" پھر اس کے نیچے ہے۔ "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" وہ کچھ لکھتا ہے جس سے ایک معمولی انسان بھی پرہیز کریگا۔ زبان بازاری۔ الفاظ نالائق غیر مہذب بلکہ گندے۔ طرز تحریر سوقیانہ کونسی بری بات ہے۔ جو اس میں موجود نہیں تمسخرانہ انداز خاص ادا ہے۔ ٹھٹھول کرنا عادت ثانیہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بیشتر اس کے کہ الفاظ کو نقل کر کے ان کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ یہ بتا دینا ضروری

ہے۔ کہ میں یہاں۔ "نبوت بذریعہ اکتساب حاصل ہوتی ہے۔ یا بذریعہ توہب" پر کچھ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرے مضمون کا منشاء یہ نہیں ہے۔ اور یہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ اور ایک لمبا مضمون اس کے لئے چاہیئے۔ اصل منشاء یہ ہے۔ کہ ان کے اخلاق کا نمونہ دکھایا جائے۔ اور یہ دکھلایا جائے کہ ان کے یہاں بڑے بڑے بزرگان سلسلہ جو اخلاق حسنہ کے مدعی ہیں ان کا کیا حال ہے۔ اور کیسے عمدہ اخلاق کے نمونے ہیں۔

عنوان اخلاق کا نمونہ ہی

اول عنوان ہی کو دیکھئے

کہ شروع ہی میں چور بتارکھنا شروع کردیا اس نمونہ اخلاق پر اب ایڈیٹر صاحب کو چاہیئے کہ خوش ہوں۔ کیوں جناب یہی اخلاق ہیں جن پر آپ کو اس قدر ناز ہے۔ اس کے آگے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ "آؤ دیکھیں ان کے پیرومرشد میاں محمود کیا فرماتے ہیں"۔ پیرومرشد پہلے تو یہ بتلایئے کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسکو سمجھتے ہیں یا نہیں۔ کیا اس طرح کی تمسخرانہ عبارت لکھنا اچھے اخلاق کا نمونہ ہے۔ کیا دنیا میں صرف آپ ہی زبان جانتے ہیں۔ اور پھر آپ نے تو اس کو دس برس کی عمر کے بعد سے حاصل کیا ہے۔ جس کو اہل زبان اس وقت تک ختم کر چکتا ہے۔ پھر کیا آپ کی زبان اور لہجہ سمجھنے والے کو یہ نہ معلوم ہوگا۔ کہ اس میں مسخرہ پن ہے۔ اگر آپ کو کوئی کہے کہ آپ تو بڑے مرشد ہیں۔ یا پیر مرشد ہیں۔ تو کیا آپ برا تو نہ مانیں گے۔ پھر جب آپ کو ایک لفظ کا استعمال معلوم نہیں۔ تو خواہ مخواہ آپ کیوں اسکو استعمال کر کے اپنی زبان دانی کا ثبوت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا منشا پیرومرشد سے اس کے اصلی معنی ہوتے تو آپ تحلیف مانتے۔ لیکن آپ چونکہ گروہ مخالفین میں سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے آپ کا منشاء صرف تمسخر ہے۔ اگر مسخرہ پن کوئی اخلاق ہے۔ اور اخلاق فاضلہ میں سے ہے تو ایڈیٹر کو اور دیگر غیر مبائعین کو مبارک ہو۔

اس کے آگے آپ گوہر فشانی کرتے ہیں "اس عرف عام سے محمودی قوم نے عجب طرح کا فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے گروؤں اور پیرومرشد نے ایک علیحدہ لغت قائم کی ہے۔ اس میں اپنے پٹھوں کو ان کے معنی بالکل مختلف تلقین کئے ہیں" اب دیکھئے کیا ان الفاظ سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت ہی گرے ہوئے اخلاق کا کوئی شخص یہ الفاظ لکھ رہا ہے۔ کیا یہ وہ زبان نہیں۔ جو لکھنؤ۔ دلی کے شہدوں کی زبان کہلاتی ہے۔ اور ایک گروہ ان کا محض اس لئے اکٹھا ہوگیا ہے۔ کہ شرفا پر پھبتیاں اڑا سکے۔

اس کے بعد کسی کے متعلق لکھتے ہیں "وہ لفظوں پر قسم کھا گیا۔ معنوں پر نہیں۔ یہی تو دجل ہے"۔ کیا آپ وہاں موجود تھے۔ یا آپ نے اچھی طرح تحقیقات کی تھی۔ کہ اس نے الفاظ پر قسم کھائی تھی۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو اعتراض کرتے وقت شرم کرنی چاہیئے تھی۔ کیا مسیح موعود پر یہ نا پاک سے ناپاک اور گندے سے گندہ حملہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے دجال پیدا کئے۔ اور حضرات شیعان علی کی طرح آپ بھی محمد علی کے شیعان ہو کر یہی کہتے ہیں کہ صرف چند نفوس اچھے تھے۔ باقی سب گندے نکلے۔ کیوں جناب کیا جو اعتراض آپ شیعان علی پر کرتے تھے آپ پر نہیں ہوتا۔ کہ مسیح موعود صرف محمد علی۔ خواجہ اور ڈاکٹر ہی صرف یہ چند اچھے لوگ پیدا کر سکے۔ افسوس یہ حالت ہوتی ہے۔ اس شخص کی جو نفسانیت میں پڑ کر غلط راہ اختیار کرتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ مسیح موعود نعوذ باللہ دنیا سے ناکام ہی گئے اور صرف آپ چند لوگ اچھے نکلے۔ غور کرو اور خوف خدا سے توبہ کرو اور اب بھی باز آجاؤ۔

ہمارے ڈاکٹر صاحب جو مرشد ہیں اور حضرت بھی ہیں دیکھئے آپ کو برا تو نہیں معلوم ہوتا ہی جب آپ پر یہ الفاظ جا کر جم جاتے ہیں) بار بار لکھتے ہیں۔ محمودی لغت محمودی لغت معلوم نہیں ان کو اس لفظ محمود سے کیوں نفرت ہے کیا آپ کو ہر محمود بات اور ہر محمود صفت سے کوئی خاص وجہ نفرت تو نہیں۔ کیا آپ نے کوئی ملعونی یا مذموم لغت تیار کی ہے۔ یعنی آپ کی ذات یہ نہیں چاہتی کہ محمودی لغت کو فروغ ہو۔ بلکہ دنیا میں ملعونی لغت ہی سب پر حاوی ہو جاوے۔ اور اسی ملعونی لغت کا استعمال سب جگہ ہو اور سب اسی پر عمل پیرا ہوں۔

اس کے بعد ذرا اور رنگ جب چڑھ جاتا ہے تو لکھتے ہیں "کیسا ہی نو عقیدہ ہر چہار ایک نے ہر کی بس بہ محمود دیوانہ را ہوئے بس است۔ بلا سوچے سمجھے سب وابستگان دامن خلافت گیدڑوں کی طرح اپنی آوازوں سے ساتھ دینے لگتے ہیں"

الجواب۔ میاں اپنی خبر لو۔ کہیں دماغ آپ کا کچھ خراب تو نہیں ہوگیا۔ کیونکہ دیوانے کو سب دیوانے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ او ڈاکٹر صاحب اگر ایک بات پر سب چلتے ہیں اور ان میں اتحاد ہے۔ تو آتش حسد تم لوگوں کو کیوں بھسم کرتی ہے۔ اور آپ جل بھن کر کباب کیوں ہوتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ آپ کا مطلب حل نہیں ہوتا۔ آپ پھٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر خدائی سلسلہ روز بروز ترقی پر ہے اب جناب ڈاکٹر آپ کا دیوانہ کہنا! تو سنئے اور کان کھول کر جو کچھ کان میں پڑا اسکو جھاڑ کر غور کیجئے کہ یہ لوگ گیدڑ کے کہنے کا برا نہیں مانتے۔ راستہ چلنے والے چلے جاتے ہیں ان کے پیچھے لاکھ عف عف ہوتی ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

اب اگر آئندہ پھر اس طرح کی تمسخرانہ تحریر لکھینگے۔ تو ہماری طرف سے بھی سخت جواب پائیں گے۔ اس لئے

بمبئی میں تبلیغ اسلام

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پر مباحثہ

ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر مباحثہ کرنے کے لئے آئے۔ اور احمد بیگ وغیرہ کی پیشگوئی پر اعتراض کیا۔ بفضلہ تعالیٰ میں نے ایسا برجستہ اور مفصل جواب دیا کہ پھر کسی اور پیشگوئی پر اعتراض کرنے کی اسکو جرأت نہ ہوئی حالانکہ میں نے بہت زور دیا کہ اب کسی اور پیشگوئی پر بھی اعتراض کرو۔ اس روز صدر جلسہ سید سراج الدین صاحب تھے۔ لوگوں نے اقرار کیا کہ ایسا مفصل اور مدلل جواب آپ نے دیا ہے۔ کہ اس کے بعد کوئی اعتراض نہیں رہتا میں نے یہ بھی ثابت کیا کہ نکاح ہونیکی صورت میں اس پیشگوئی کی ایسی شان نہیں ہو سکتی تھی۔ جیسی نکاح نہ ہونے پر ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ مقصود نکاح نہیں تھا۔ بلکہ مقصود اس کنبہ کی اصلاح تھی جو کہ احمد بیگ کے مرنے پر ہوئی۔ پھر میں نے ان کی فہرست اور ان کے اسما بتائے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو قبول کیا ہے۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ احمد بیگ کا کنبہ ہی اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مخالف رہتا اور حضرت مسیح موعود کی تکذیب کا اشتہار شائع کرتا۔ اس کنبہ کے لوگوں نے تو احمد بیگ کے نشان کو دیکھ کر رجوع کیا لیکن دوسرے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں۔

ابو احمد مونگیری کی کتابوں کی حقیقت

ایک روز چند لوگ مل کر آئے۔ اور کہا کہ ہم آپ سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ آپ وقت دیں۔ میں نے ان کو موقعہ اور وقت دیا۔ دوسرے روز وہ لوگ ابو احمد مونگیری کے رسائل لے کر آئے۔ اور اسکی کتابیں میرے سامنے پیش کرنے لگے۔ اس پر میں نے ابو احمد کی اور اس کے رسالوں کی حقیقت کو کھول کر دکھایا۔ اور بعض ایسے حوالے نکال کر دکھائے جن سے ابو احمد کی بے ایمانی اور دانستہ دھوکہ دہی کا پتہ لگ گیا۔ پھر وہ لوگ سخت نادم ہو صحیفہ رحمانیہ نمبر سے ایک حوالہ نکالا جس میں اسنے بخیال خود یہ دکھایا کہ مرزا صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں عبارت کے نقل کرنے میں دانستہ فریب دیا تھا۔ جب اربعین نمبر سے میں نے اصل عبارت دکھائی۔ تو ان کو سخت حیرانی ہوئی۔ اور کہا کہ اب ہم خود ابو احمد مونگیری کو لکھینگے۔ اور خود اس کتاب کو منگوالیں گے۔ اگر وہ نہ بھیجیگا تو سختی کے ساتھ اس کو لکھینگے۔ جب وہ چار حوالے اسکی دانستہ بددیانتہ تحریف کے میں نے دکھائے تو پھر ان کو سخت ندامت ہوئی۔ اور پھر اعتراض کرنیکا حوصلہ نہ ہوا۔ میں نے انہیں تبلیغ کی اور خدا کے فضل سے اچھا اثر لے کر گئے۔

ایک وکیل صاحب کا خط

ہمارا اس مضمون کو پڑھکر جو مفید روزگار میں شائع کیا گیا ہے۔ حیدرآباد کے ایک وکیل صاحب جو کہ بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ مجھے خط لکھا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے بہت صلاحیت اور تہذیب سے مفید روزگار میں مضمون لکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ سے تحریری مباحثہ کر لوں جو کہ مفید روزگار میں شائع ہوتا رہے۔ میں نے ان کو جواب دیدیا ہے کہ مجھے بخوشی منظور ہے خدا نے چاہا تو اب تحریری مناظرہ کا سلسلہ بھی اخبار کے ذریعہ جاری ہو جائیگا۔

مدرسہ زکریا مسجد کے مدرس کیساتھ مباحثہ

زکریا مسجد کے ایک مدرس مولوی عبدالمجید صاحب نے مجھکو مباحثہ کا پیغام دیا۔ میں نے منظور کیا۔ وقت اور تاریخ مقرر ہو گئی۔ بہت سے علماء اور مدرسوں کے مدرسین مباحثہ کے لئے آئے۔ مباحثہ حیات و ممات مسیح پر تھا۔ دو گھنٹے تک مباحثہ رہا۔ خدا کے فضل سے ہمیں بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ سخت سے سخت لوگ بھی اچھا اثر لے رہے تھے اور مولوی عبدالمجید کو اقرار کرنا پڑا کہ قرآن مجید میں مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانیکا ذکر نہیں ہے۔ میں نے کہا الحمد للہ کہ آپ نے بھرے جلسہ میں اس بات کا اقرار کر لیا اور بہت سے علماء کے سامنے اقرار کر لیا۔ اب ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم پر اٹھائے گئے۔ اگر آپ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے تو کم از کم حضرت خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہی ثابت کر دیں۔ اگر یہ بھی نہیں تو خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اگر یہ بھی نہیں تو حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سے ہی ثابت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ ہیں مولوی صاحب سخت لاجواب ہوئے اور آخر یہ بات قرار پائی کہ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ پھر مباحثہ ہو اس روز تمام بقیہ مدرسین بھی شریک ہونگے۔ افسوس کہ جمعہ بھی گذر گیا۔ لیکن ان علماء اور مدرسین میں سے کوئی نہیں آیا۔ خدا نے اپنے فضل سے بڑی زبردست فتح عنایت کی اور بمبئی کے علماء اور مدرسوں کے مدرسین کا عجز ظاہر ہو گیا۔

یہ اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ ایک بڑے مدرسہ کا مولوی بھی مدرسہ میں تھا۔ اور اس نے خود کہا تھا کہ جمعہ کے روز ہم [illegible] سننے کو آئیں گے لیکن اس روز ان لوگوں کو ایسی شکست پہنچی تھی کہ پھر وہ جو وعدہ کے نہ آئے

گورنمنٹ کی فتح کی خوشی میں جلسہ

۲۳ نومبر کو گورنمنٹ

برطانیہ کی فتح کی خوشی میں جماعت کی طرف سے ایک جلسہ ہوا۔ اسکی مفصل رپورٹ بابو محمد عثمان صاحب نے ارسال کردی ہے (جو تاحال نہیں پہنچی ایڈیٹر)

لوگوں کی توجہ خدا کا شکر ہے کہ اب روز بروز اپنے آپ لوگ آتے ہیں۔ اور گفتگو کرتے ہیں۔ اور اکثر مولوی آکر مباحثہ کرنے کے لئے وقت چاہتے ہیں۔ ایک وقت تو وہ تھا کہ ہم خود ان کو بلاتے تھے۔ اور ان کے پاس جاتے تھے۔ لیکن اب وہ لوگ آتے ہیں۔ خصوصاً وہ مولوی جو کہ باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنا نام نکالنے کے لئے مباحثہ کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن جو آتے ہیں خدا کے فضل سے لاجواب ہو کر جاتے ہیں۔

علاوہ مباحثوں کے درس اور لیکچر کا سلسلہ بھی بفضلہ تعالیٰ بدستور جاری ہے۔

(حکیم خلیل احمد از مونگھیر)

پنڈت لیکھرام کے متعلق ٹریکٹ

پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل (جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے) کے تفصیلی حالات کو بطور ٹریکٹ شائع کرنے کو بعض احباب نے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اب ٹریکٹ لکھوایا جا رہا ہے۔ چونکہ آریہ صاحبان میں نہایت کثرت کے ساتھ اس کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ اس لئے چھپنے سے پہلے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جو احباب اپنے خرچ پر اسکی کچھ کاپیاں چھپوانا چاہیں وہ جلدی اطلاع دیں۔ خرچ سو کاپی پر قریباً آٹھ روپے ہوگا اور اسی نسبت سے کم و بیش اطلاع جلدی آنی چاہئے۔

خاکسار ایڈیٹر الفضل قادیان

یورپ کی خبریں

سمندروں کی آزادی کے متعلق برطانوی خیالات لندن ۱۰ دسمبر لیورپول میں ایک تقریر کرتے ہوئے مسٹر الیف اسمتھ نے کہا کہ ہم غالباً صلح کی کانفرنس پر ظاہر کر دیں گے۔ کہ ہم سمندروں کی آزادی کی تعریف سے مطمئن ہیں کہ وہ آئندہ جنگوں میں برطانوی بحری قوت اور جن بحری قوت کی مدد سے گذشتہ اٹھارہ مہینوں میں کرتی رہی ہے۔

مسٹر ولسن اور اُن کی جماعت۔ لندن ۴ دسمبر نیویارک۔ پریسیڈنٹ ولسن کے ساتھ جہاز جارج واشنگٹن پر ۲۳ ایسے ممبر سوار ہوتے ہیں۔ جو یورپ اور ایشیا کے اقتصادی و سیاسی حالات پر پورا عبور رکھتے ہیں۔

مسٹر ولسن کا شاندار استقبال۔ لندن ۱۱ دسمبر کا تار مظہر ہے۔ کہ جارج واشنگٹن نامی جہاز جس پر مسٹر ولسن سوار ہیں پونٹا ڈلگاڈا سے گذر گیا ہے۔ پرتگیزوں کی جنگی کشتیوں اور قلعوں نے جہاز کو فوجی سلامی دی۔ بریسٹ کے میئر نے بدیں مضمون ایک اعلان شائع کیا ہے کہ مسٹر ولسن کی رونق افروزی پر باشندے اپنے مکانات کو سجائیں اور ان کا شاندار استقبال کریں۔

امریکہ میں ناراضگی لندن ۵ دسمبر ممالک متحدہ میں مسٹر ولسن کی روانگی کانفرنس کے متعلق جمہوری مدبروں اور اخبارات میں بہت کچھ اظہار ناراضگی ہو رہا ہے۔ یہ ناراضگی اس غیر متیقن پروگرام کی وجہ سے ہے۔ جو کانفرنس کے حوالے کریں گے۔

فرانسیسی تیاریاں۔ لندن ۹ دسمبر مسٹر ولسن کا پیرس میں ایسا شاہانہ استقبال کیا جائیگا۔ کہ بہت کم بادشاہوں کا ہوا ہوگا۔ ہفتہ کے دن ۹ بجے کے قریب۔ ابکہ اپنے پہنچنے پر وہ پرنس مورٹ

کے محل میں فروکش ہونگے۔ پریسیڈنٹ فرانس نے یہ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ وہ شمالی فرانس کے تباہ شدہ قصبوں اور گاؤں کا معائنہ کریں۔

قیدیوں کے متعلق مطالبات لندن ۹ دسمبر۔ ٹرکی کے جنگی قیدیوں کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبروں نے جنگی کابینہ کو ایک یادداشت بھیجی ہے۔ جس میں اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ شرائط صلح میں ہر ایسے قیدی کے خاندان کے لئے بھی تاوان مقرر کیا جائے جس کی موت ترکی غفلت کی وجہ سے واقع ہوئی اور مجرم کو سزا بھی دیجائے۔

بحری مطالبات لندن ۱۰ دسمبر امارت بحریہ اور وزارت خارجہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ اتحادیوں کے بحری مطالبات جو انہوں نے جرمن سے کئے ہیں ہنگامی صلح کی شرائط سے زیادہ نہ بڑھنے چاہئیں۔

اتحادی مطالبات۔ لندن ۹ دسمبر اسٹرڈم سپاہ میں فرانسیسی ہنگامی صلح کے نمائندے نے جرمنی سے جنگی قیدیوں کی آزادی کا غیر مشروط مطالبہ کیا۔ ایک جرمن نمائندے نے بھی ایسی ہی کوشش کی لیکن بےسود۔

ہنگامی مصالحت کی توسیع۔ لندن ۹ دسمبر۔ اسٹرڈم برلن کا ایک تار مظہر ہے کہ ارزبرگر نے اعلان کیا کہ فرانسیسیوں نے جرمن افسر اعلیٰ سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ اپنے نمائندے کو یہ اطلاع دیدے کہ وہ ۱۲ یا ۱۳ دسمبر کو مقام ٹریوس میں ہنگامی صلح کی توسیع کے متعلق بحث و مباحثہ کریں۔

روس میں جرنیلوں کی ہلاکت لندن ۱۲ دسمبر اسٹاک ہالم۔ ہیلسنگ فورڈ کا ایک تار مظہر ہے کہ یوکرین کے سرکاری ذرائع کے مطابق جنرل رسکی اور جنرل راڈکو مقام پیاٹی گورسک سوویٹ کے حکم سے نشانہ بندوق بنا دیا گیا۔

عرب شیوخ لندن میں۔ لندن ۱۰ دسمبر شریف رسول جو عرب فوج کے قائم اعظم ہیں۔ عربوں کے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

باہتمام شیخ محمد عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع ہوا